خوشیاں اب صرف کسی قومی تعطیل سے وابستہ ہیں

چین کی ترقی: آبادی کا بڑا حصہ گھروں سے باہر ہے

اولاد ماں باپ کے بغیر پروان چڑھ رہی ہے

چین میں پیسے کے لیے انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقل مکانی

سرمایہ داری کس طرح جذبوں اور رشتوں کو کچل رہی ہے

چین جہاں کی بیشتر آبادی زیادہ اوقات اپنے گھروں سے دور ملازمتوں میں مصروف رہتی ہے، اس سال کی اہم ترین تعطیل یعنی چینی نئے سال کا آغاز ان کے لیے حقیقی خوشیاں لے کر آیا۔ اپنے گھروں سے دور ملازمت کرنے والے افراد اس دن کو منانے کے لیے اپنے گھروں کی رواں دواں تھے اس ہفتے ٹرینیں اور بسیں مسافروں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں۔ وہ اپنے خاندانوں کے لیے وہ اشیا لے کر جا رہے تھے جو وہ اس سے قبل کبھی نہیں لے کر گئے تھے۔ ان اشیاء میں ٹیلی ویژن، کپڑوں اور برتنوں سے بھرے ہوئے تھیلے شامل تھے اس کے ساتھ ہی ان کے پاس چین کی تیزی معاشی ترقی کرتی ہوئی شہری آبادی کے قصے، سڑکوں پر تیزی سے بھاگتے ہوئے لوگوں اور افسران کی کہانیاں بھی تھیں جو انھیں تنخواہوں کی ادائیگی میں دھوکے دیتے ہیں۔

تیزی سے صنعتی ترقی کی راہ پر گامزن چین کی ۹۰۰ ملین آبادی دیہاتوں میں رہائش پذیر ہے چین کے ۱۵۰ ملین مہاجر کارکنان کی حیثیت، امریکی سرحد سے باہر پھینکے جانے والے کارکنان سے زیادہ نہیں ہے۔

چینی مزدوروں کی دولت کمانے کی خاطر کی جانے والی یہ نقل مکانی انسانی تاریخ کی سب سے بڑی نقل مکانی ہے، جو کہ اپنے قصبوں اور دیہاتوں میں ۱۸۰ ارب سالانہ کی رقم بھیج رہے ہیں۔ بیجنگ میں چین کے سماجی علوم کے ادارے (Chinese Academy of Social Science) کے سماجی ماہر Wang Chunguang کے مطابق چین کے بعض انتہائی غریب دیہاتوں کی آمدنی دگنی ہو چکی ہے جس کی وجہ تنخواہوں کی رقم کا اس جانب بہاؤ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ منحوس دولت بے شمار خانگی، سماجی، معاشرتی، ازدواجی مسائل

لے کر آ رہی ہے جس کا علاج دولت نہیں کر سکتی اس کا علاج صرف انسانی رشتوں اور محبت سے ہوسکتا ہے، چھوٹے بچوں کو محبت چاہیے، بڑوں کو خدمت اور بچوں کی قربت، دولت ان میں سے کوئی خدمت مہیا کرنے سے قاصر ہے۔

دولت کی وجہ سے والدین اب اپنے بچوں کو اسکول بھیج سکتے ہیں اور بوڑھے والدین کا علاج کروایا جاسکتا ہے کیوں کہ اشتراکی نظام سے سرمایہ دارانہ نظام کی طرف سفر کرنے والے چینی معاشرے میں صحت اور تعلیم ایک خریدی جانے والی شے بن چکی ہے، اب یہ ریاست کی ذمہ داری نہیں۔

چین جو کہ اب دنیا بھر کی مصنوعات تیار کرنے کے لیے فیکٹری کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، یہاں کے مہاجر کارکنان (migrant worker) چینی معیشت کو آگے بڑھانے میں اپنا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کسی بھی خاندان کا فرد ملازمت کی خاطر نقل مکانی کرتا ہے تو اس کا پورا خاندان خوشحالی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ اس کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ بچے ماں کی محبت اور باپ کی شفقت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھار سالانہ ملاقات کا تعلق باقی رہ جاتا ہے۔ دیہی علاقے میں اکثر بچے اپنے دادا، دادی اور نانا، نانی کے ہاتھوں پروان چڑھ رہے ہیں۔ بہت سے کارکنان کے لیے اپنے گاؤں یا قصبے کا آنے جانے کا کرایہ ۶۰ ڈالر سے زائد ہو جاتا ہے جو کہ ان کے ایک ہفتے کی تنخواہ سے زیادہ ہے نیز اس صورت میں انھیں اپنی تنخواہ اور بعض صورتوں میں ملازمت سے بھی محروم ہونا پڑتا ہے لہٰذا صرف نئے سال کی تعطیلات وہ تعطیلات ہوتی ہیں جب یہ مزدور خوشی خوشی اپنے گھروں کی طرف جاتے ہیں۔

Tanquir کے گاؤں کی Li Merlan جو اپنے شوہر کے ساتھ Guadong شہر میں چھوٹا سا بزنس چلا رہی ہے کا کہنا ہے کہ اس کے بیٹے نے اسے دیکھ کر ''ماں'' پکارنے سے انکار کر دیا وہ مجھے ''بڑی بہن'' ہی کہتا رہا اس کا کہنا تھا کہ ''تم میری ماں نہیں ہو'' Li کا کہنا ہے کہ یہ بہت تکلیف دہ احساس ہے۔ یہ احساس ایک فرد، ایک خاندان، ایک قبیلے کا نہیں لاکھوں چینی بچوں کا احساس ہے۔ یہ احساس جب اگلی نسل میں منتقل ہوگا تو کتنے دکھ درد پیدا کرے گا۔

شہروں کے قریب واقع گاؤں کی آبادی ملازمتوں کے لیے قصبوں سے غائب ہے اور ۱۶ سے ۵۵ سال کے افراد ڈیڑھ سال کام پر رہتے ہیں Sun-Yat Sun یونیورسٹی کے پروفیسر کا کہنا ہے کہ نئے مواقع کی طرف مقناطیسی کشش کی وجہ بیجوں اور فرٹلائزر کی قیمتوں میں اضافہ اور ان کی امدادی قیمتوں میں کمی ہے جس کی وجہ سے دیہی آمدنی تیزی سے زوال پذیر ہوئی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کو مضبوط بنانے کے لیے چینی حکومت نے بیج کی قیمت بڑھا دی ہے کیونکہ زرعی اشیاء درآمدات کے ذریعے سستی پڑتی ہیں لہٰذا ان پر پیسہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے لیکن اس طرزِ عمل کے نتیجے میں معاشرہ کس طرح تہس نہس ہو رہا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

لوگوں کو اپنے دیہی قصبوں میں امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی، اعلیٰ معیارِ زندگی کی تلاش اور ٹی وی پر نظر آنے والی مصنوعی زندگی کا حصول دیہاتی آمدنی میں ممکن نہیں، ہر شخص اپنے خوابوں کو شہر میں پورا ہوتا دیکھ رہا

ہے۔ پیسہ پیسہ اور صرف پیسہ زندگی کو سکون سے بھر دے گا، مغربی الحاد کا یہ تصور چینی معاشرے میں سرایت کر گیا اور چین کی سادگی، سادہ زندگی ختم ہوگئی ہے۔

شنگھائی اور اس کے قریبی صوبوں Zhejiang اور Jiang میں مہاجر کارکنوں کی تعداد ۱۵ ملین تک ہو چکی ہے ہانگ کانگ سے منسلک شمالی صوبوں میں رہائش پذیر افراد کی ایک چوتھائی آبادی مہاجر کارکنان پر مشتمل ہے، Guangdong صوبے کے بڑے شہر چینی ترقی کے علامتی شہر محسوس ہوتے ہیں۔ Villa Communitee میں یونانی دیوتاؤں کے مجسمے ایستادہ نظر آتے ہیں یہ مجسمے ٹین کی چھتوں پر مشتمل مکانوں پر لگے ہوئے ہیں جہاں خانہ بدوش ملازم صفائی کرتے اور کھانے پکاتے ہیں۔

نئے سال کی تعطیل کے لیے گھر لوٹنے والوں کی اکثریت کو ریل کے سفر کے لیے ٹکٹ کے حصول کے لیے پورا پورا دن کھڑا رہنا پڑا اور پھر روانگی کے لیے پوری رات انتظار کرنا پڑا ایسے افراد نے فٹ پاتھوں پر قبضہ کر لیا جہاں وہ اخبار پڑھنے، نیند لینے، کینو چھیلنے اور کارڈ کھیلنے میں اپنا وقت گذار رہے تھے کہ پولیس کی سائرن والی گاڑیوں نے انھیں منتشر ہونے کا حکم دے دیا مگر یہ کس طرف جائیں؟ یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔

Lui جو کہ Shenzhen میں ایک کھلونے کی فیکٹری میں ملازم ہے ۷۰ ڈالر مہینہ کماتی ہے۔ اسے Hunan سے Yueyang کے لیے لکڑی کی سیٹ پر تقریباً پوری رات سفر کرنا پڑا اس کے بعد اسے Xian کے لیے دوسری بس بدلنی ہوگی جو کہ صوبے کا دار الخلافہ ہے وہاں سے اسے اپنے قصبے کے لیے بس ملے گی یہ سفر ۱۰۰۰ میل طویل اور ۳۶ گھنٹوں سے زائد دورانیہ کا ہے۔ یہ سفر چین کی لاکھوں خواتین کا مقدر ہے اور نہایت تکلیف دہ سفر ہے۔ سرمایہ داری نے عورتوں کو در بدر کر دیا ہے۔ ہر چینی خاندان پر تعیش زندگی کا خواب دیکھ رہا ہے۔ یہ خواب میاں بیوی بچوں کی مشترکہ کمائی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ خواب صرف دیکھنے کے لیے ہی ہے کیونکہ اس شدید محنت کے نتیجے میں جب آمدنی بڑھ جائے گی، گھر اچھا بن جائے گا، گھر میں دنیا کی ہر چیز آ جائے گی، تب یہ پیارا گھر، گھر نہیں رہے گا کیونکہ اس چھوٹے سے گھر میں ماں باپ کی گنجائش نہ ہوگی، بچے آوارہ ہو چکے ہوں گے، ماں باپ کے ازدواجی تعلقات مختلف آلودگیوں کے باعث ناقابل اعتبار ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے پر شک، ایک دوسرے سے نفرت ان رشتوں میں کرب کی اذیت پیدا کر دے گی۔ جب وہ زندگی کے حاصل کے لیے سوچنے کے قابل ہوں گے تب سب کچھ لاحاصل ہوگا وہ کسی قابل نہیں رہیں گے، گھر بکھر چکا ہوگا اور ریزہ ریزہ خواب چننا محال ہوگا۔

پورے سال لاکھوں چینی مہاجر کارکنان کہیں بھی سوئے ہوں مگر انھیں احساس ہے کہ گھر پھر گھر ہے۔ یہ تصور قدیم چینی ثقافت سے بھی منسلک ہے۔ کام کی جگہ سے اپنے گھروں تک کا سفر خاندان کے ساتھ ہم آہنگی بڑھانے کا سبب بنتے ہیں دوسری طرف انھیں یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ان کی تنخواہ سے کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

مگر یہ تبدیلیاں ان کے دکھ درد وغم میں مزید اضافہ کر دیتی ہیں۔

لاکھوں لڑکیاں معیار زندگی کے لیے کم عمری سے مہاجر بن گئی ہیں وہ اپنے قصبے میں صرف اپنی شادی، بچے کی پیدائش اور چینی سال کی آمد کے موقع پر آتی ہیں۔ وہ shenzhen سے بس کے ذریعے پہنچتی ہیں وہ طے شدہ اوقات سے زیادہ کام پر احتجاج کرتی ہیں مگر ان کا یہ احتجاج بے کار جاتا ہے۔ کیوں کہ وہ دس سال سے اس فیکٹری میں کسی ائرکنڈیشن کی سہولت کے بغیر کام کر رہی ہیں۔ کام کرو یا چلے جاؤ یہی سرمایہ داری ہے۔

گھر والوں سے دوری، اولاد سے محرومی، تنہائی اور اذیت کی زندگی، ازدواجی تعلقات سے محرومی، اجنبی مردوں سے ہنسی مذاق اور جذبات کے ہاتھوں مجبوراً جنسی تعلقات ان عورتوں کی شخصیت کو مسخ کر دیتے ہیں۔ زندگی کی لاش اٹھا کر گھومنا ہے اور زندگی کو پرتعیش بنانا ہے تو ان سب چیزوں کی قربانی دینی ہوگی، چین میں صرف لاکھوں عورتیں اور مرد مہاجر نہیں ہیں ان کی عزت، محبت، رشتے، تعلقات، معاملات سب مہاجر بن گئے ہیں جو حالات وضروریات کے تحت رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ اقدار روایات کو دولت کے دیو نے نگل لیا ہے۔ صبح سویرے اٹھ جانا، ہوٹلوں پر زندگی کا آغاز کرنا، کام کرتے کرتے تھک جانا تو ہوٹلوں سے کھا پی لینا اور رات کو گھروں میں لیٹ جانا، عزیزوں بچوں کو یاد کرنا، ان کی یاد میں آنسو بہانا، گھر کے گرم بستروں کا تصور ہر عورت اور مرد کی آنکھوں سے خون کے چشمے رواں کر دیتا ہے۔ لیکن پھر یہ آنسو پونچھ لیے جاتے ہیں، اعلیٰ معیار زندگی، موبائل فون، ایئرکنڈیشنڈ، زبردست گھر، اس کے لیے کچھ قربانی تو دینی ہوگی، ہر روایت کچھ قربانی مانگتی ہے، قدیم روایتوں کے مقتل اور مرگھٹ پر جدید روایت سر اٹھا رہی ہے، یہ روایت دلوں کا چین چھین چکی ہے اور ایک ایسی بے کلی میں مبتلا کر چکی ہے جو کسی کل ختم نہ ہوگی یہ سرمایہ داری اور سرمایہ دار معاشروں کا المیہ ہے۔ سرمایہ داری جہاں بھی گئی اس نے یہی گل کھلائے لیکن دنیا سرمایہ داری کے مذہب پر ایمان لا چکی ہے۔

۲۸ سالہ Huang Meryun اور اس کا باپ اپنی ملازمت سے واپس آتے ہیں۔ یہ صرف ایک جوڑے کی کہانی نہیں ہے چین میں لاکھوں شادی شدہ جوڑے ازدواجی تعلق سے محروم ہیں، سرمایہ داری نے میاں بیوی کو الگ کر دیا، سرمایہ کا خدا سب پر حاوی ہے۔ یہ دونوں Guangzhou میں بڑھئی کا کام کرتے ہیں۔ Huagns کی بیوی ایک دوسرے شہر میں فیکٹری میں کام کرتی ہے جس کی وجہ سے وہ ایک ماہ میں دو یا تین دفع مل پاتے ہیں۔ دولت نے ازدواجی راحت چھین لی ہے جنسی آوارگی عام ہو رہی ہے، جذبات کچلے جا رہے ہیں، ان کا چھ سالہ بیٹا گاؤں میں Huang کی ماں کے پاس رہتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو تسلی دیتا ہے کہ میں ایک نہ ایک دن اپنے گاؤں واپس جاؤں گا۔ اس وقت ہر شخص دولت کمانے کے لیے شہروں کی طرف جا رہا ہے مگر بہت جلد ایسا وقت آئے گا جب سب کو اپنے دیہاتوں کی طرف واپس لوٹنا ہوگا۔ لیکن یہ مراجعت کسی کام کی نہ ہوگی تمام قدریں مٹ چکی ہوں گی اور صرف حسرتیں رہ جائیں گی۔

ساحل فروری ۲۰۰۶ء